محبوب الکلام

تہنیت سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہا

۶ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ

جلد (۲) نمبر (۴)

محبوب الکلام

قدردان آشنا [illegible]

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنة

پیشکار و مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد

تلمیذِ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

کلام الملوک ملوک الکلام

نتیجۂ افکار گہربار اعلیحضرت بندگانِ عالی کیوان علم
انجم خدم نوشیروان معدلت سکندر شوکت فلک بارگاہ
عالم پناہ فرازندۂ چترِ اقبال زیبندۂ تختِ اجلال حضور پرنور
رستم دوران افلاطونِ زمان سپہ سالار مظفر الممالک
فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علی خان بہادر
نظام الملک آصفجاہ سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہٗ

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے | بہلون سے بہلا ہی بُرونسے بُرا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہین تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اُسیکا گلا ہے

نہین ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بھی پلاؤ بھی اِسکا مزا ہے
یہ شیشہ بھرا ہے یہ ساغر دہرا ہے

رہے یا نہین کوئی کس کام کا ہے
سلامت رہو تم یہ میری دعا ہے

کرین بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہان بھی خدا ہے وہان بھی خدا ہے

مزا ہے یہی بات مین بات نکلے
ادا سے ادا جب ہنو پہر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکھیے کون سا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزین بھی
محبت کا آخر کو پہل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بھی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکھتا اُسے خط مین کیا جانتا تہا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے ہر بار مجھسے
وہ پوچھا کیے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کرکے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہین مجھہ مین اب کیا رہا ہے

نہ اتراو بس بس خدا سے ڈرو بھی
گر اچھے ہو تم تو برون کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹے گا ہرگز ... مرا دل بھی کیا تیرا عہدِ وفا ہے

کہان جاے انسان اِسنے نکل کر ... زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شبِ وصل کس طرح طے ہو یہ جھگڑا ... نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کہو پہر تو گہبرا کے ذکرِ عدو پر ... نہین ہم تو واقف خدا جانتا ہے

نہ ہونا کبھی مائلِ زلف اے دل ... اُسی کے رہے سر یہ جسکی بلا ہے

بجز میرے اور وسنے مطلب نہ رکہو ... مرا مدعا ہے تو یہ مدعا ہے

تمہارا ہی مین ہون خطاوار عاشق ... زمانہ کہو مجہ سے پہر کیون خفا ہے

ستایش مین ہے ایک لطفِ تبسم ... شکایت مین سو سو طرح کا مزا ہے

بہت دُور ہے منزلِ دوست اے دل ... جو یہ طے ہوئی پہر خدا ہی خدا ہے

یہ پوچہا کسی نے جو عاشق سے اُنکے ... ترا حال اب کیا سے کیا ہو گیا ہے

کہا اُسنے میری مصیبت نہ پوچھو ... سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے

یہ سر تہا کبھی زانوے دلربا پر ... پہی زانوے فکر پر اب جُھکا ہے

کبھی یہ جبین رشکِ ماہ مبین تھی ... ہی خاک مین صورتِ نقشِ پا ہے

کشیدہ کمانکی طرح تھا جو ابرو ... وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے

وہ آنکھین جو تہین محوِ دیدار ہردم — انہین اک قیامت کا اب سامنا ہے
وہ بینی جو تھی محوِ خوشبوے الفت — وہ مدت سے محروم بوے وفا ہے
وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تھے بوسے — لبِ زخم کی طرح اب بدنما ہے
وہ گوشِ طرب ناک لبریزِ نغمہ — شکایت ملامت ہی اب سُن رہا ہے
وہ گردن پڑے دستِ محبوب جسمین — گریبان اُسے طوق اب ہو رہا ہے
وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تھے گلرو — خزان دیدہ پہولو سنے مرجھا گیا ہے
وہ سینہ جو عشرت کدہ تہا ہمیشہ — اُسے دیکھئے اب تو ماتم سرا ہے
بہرا جو حسینون کے سینون پہ برسون — اُسی ہاتہہ سے اب تو سر پیٹتا ہے
کبھی پاون چلتے تھے راہِ طلب مین — اُنھین یاس نے اب شکستہ کیا ہے
یہ دل رنج و غم سے تہا آزاد کیسا — یہی اب گرفتار دامِ بلا ہے
کوئی بیوفا دمِ نکے دم مین نہ آئے — محبت جو کی تھی یہ اُسکی سزا ہے
مرے حالِ بد پر کرم کرنے والا — خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے

ہمارے بھی ہے امتحان مین یہ آصف
لگانا ہی دل کا سراسر خطا ہے

اختر جناب مولوی لطیف احمد صاحب مینائی لکھنوی

ادہر آئینہ اُدہر وہ رخِ نورانی ہے
دونون پر ایک سی چھائی ہوئی حیرانی ہے

دل جو مجموعۂ اوراقِ پریشانی ہے
داستان اُسکی تری زلف سے طولانی ہے

دیکھے چہرہ کا تمہین لازم نمک افشانی ہے
ہنسکے اب کہدو کہ اختر سے پشیمانی ہے

دل لگانے پہ جو اظہار پشیمانی ہے
ایکدن وہ تھی یہ مری دوسری نادانی ہے

ایکدن تیرے لئے جان مری جانی ہے
وہ کہان جائیگی ای یار جو پیش آنی ہے

اُمڈا آتا ہی دل اور اشکون کی طغیانی ہے
ای خضر دوڑیے کشتی مری طوفانی ہے

حسرتِ دید نکلنے کی کوئی شکل نہین
تو ہے بے پردہ تو پردہ مری حیرانی ہے

دم اُلجھتا ہے یہان دل کی پریشانی سے
ہائے اک گیسوِ جانان کی پریشانی ہے

آبِ خنجر سے کیا اُسنے یہ کہکر سیراب
جیسے مرتے ہین خضر لے یہی پانی ہے

کیا ستائیگی شبِ غم کی اندہیری اُنکو
جنکی نظرون مین تری چاند سی پیشانی ہے

جسنے دیکھا ہو اُسکو مجھے آکر دیکھے
آئینہ حسنِ صنم کا مری حیرانی ہے

کچھ حیا سے نہیں جھکتی ہیں نگاہیں انکی
اپنے جوبن کی یہ در پردہ نگہبانی ہے

لائیے کیجیے اسکو بھی حوالے دل کے
آپکی زلف کو بیکار پریشانی ہے

زلف کو پھر جدا ہاتھ لگانے دو ذرا
اپنی تقدیر کی گتھی مجھے سلجھانی ہے

چٹکیاں لیکے مرے دل میں وہ فرماتے ہیں
اب کسے پھانس کلیجے کی نکلوانی ہے

ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں یہ پتلی کا قیام
وہ گھڑی یاد دلاتی ہے بندھا پانی ہے

حسن اور عشق میں اتنا ہی علاقہ ہے بہت
ترے گیسو کو مرے دل کو پریشانی ہے

کاش پھر تذکرۂ قیس نکل آئے کہیں
آپسے اپنی کہانی مجھے دہرانی ہے

رخ پہ اشکوں کا ڈھلکنا یہ خبر دیتا ہے
دل وہاں ڈوبگیا آنسوں جہاں پانی ہے

ذبح کرکے مجھے تم دیکھلو حسرت میری
آئنہ یاس کا خود دیدۂ قربانی ہے

کوئی دل گرد کدورت سے نہ خالی پایا
اے فلک ہمنے یہاں خاک بہت چھانی ہے

اشک غم سے نہ مفر ہے نہ ہے آہوں سے نجات
کیا غضب ہے ادھر آندھی ہے ادھر پانی ہے

بیت ابرو کا کسی سے نہوا حل مضموں
اسپہ ہر ایک کو دعوائے سخندانی ہے

مجکو سفاک نے یہ کہکے سسکتا چھوڑا
کوئی دم اور اسے دنیا کی ہوا کھانی ہے

دیدۂ نقش قدم مجکو بنایا اے چرخ
میری تقدیر میں کیا مٹکے بھی حیرانی ہے

گالیاں دے چکے جو کوسنا تھا کوس چکے
بولیے کیا کوئی بات اور بھی فرمانی ہے

غرق آئینہ ہوا عکس تماشا دیکھو
تہ کو پہونچا ہے جو دم میں بندھا پانی ہے

ہائے کس یاس سے کہتی ہے قفس میں بلبل
کس ستم دیدہ کو امید پر افشانی ہے

تیغ عریاں کے خدارا کوئی جلوے دیکھے
واہ کیا زیب بدن جامۂ عریانی ہے

ایکدم کے لیے کیوں قید میں ہیں دنیا بھر کی
خیر ہے کیا ہے وہ جسکی یہ نگہبانی ہے

تشنہ کامان شہادت کو یہ تلوار کا گھاٹ
خشک ساحل ہے فقط دیکھنے کو پانی ہے

سوزش دل ہوئی دونی جو بہے چار آنسو
آگ میں آگ لگاتا ہے یہ وہ پانی ہے

تو نے اے چرخ بگولا جو بنایا مجھکو
اِس سے معلوم ہوا خاک ابھی چھنوانی ہے

سارے عالم پہ یہ روشن ہے کہ اختر ہو نہین
پہر عجب کیا ہے مری طبع جو نورانی ہے

آفاقؔ جناب غلام حسین خان صاحب تلمیذ جناب جلیل از بنارس

حُسن والو نہین وہ مثل ہی لاثانی ہے
ہر پری میرے پریزاد کی دیوانی ہے

کوئی ہمسر ہے جہا نہین نہ ترا ثانی ہے
تو وہ بت ہے کہ خدائی تری دیوانی ہے

جان لیتی ہین غریبونکی ادائین جسکی
اُسی ظالم سے ہمین الفتِ روحانی ہے

قطرۂ خونِ جگر ہی ہے غذاے عشاق
یہی بیچارونکا دانہ ہے یہی پانی ہے

بایہوش و خرد عشق مین کہو بیٹھا ہون
ابتو سامان مرا بے سر و سامانی ہے

خاک مین ہمکو ملاتے ہو مگر یاد رہے
اسکا انجام مریجان پشیمانی ہے

قتل ہو جاتے ہین سیلے تیغ ہزارون عاشق
حُسن بے پردہ بہی تلوار کی عریانی ہے

میرے اشکون نے کیا خلق مین رسوا مجکو
آبرو پر جو پہرا میری یہ وہ پانی ہے

مر گیا عاشقِ ناشاد تو مر جانے دو
غم عبث ہے تمہین بیکار پریشانی ہے

مشکلین ہین جو تمہین عہدِ وفا کرنے مین
جان دینے مین ہمین بہی بہت آسانی ہے

زلف سنبل مین ہے ایسی نہ تری کاکل مین
یہ پریشانیِ دل طرفہ پریشانی ہے

آب شمشیر پلا کر مجھے قاتل نے کہا
جو لگی دلکی بجہاتا ہے یہ وہ پانی ہے

بیوفا نام ہو مشہور جہان مین جس کا
اُس سے امیدِ وفا رکھنی ہی نادانی ہے

سُنکے ہو جاتی ہین پریان بہی مسخر آفاقؔ
یہ غزل ہے تری یا نقش سلیمانی ہے

وصف لکھنے کو جو بیٹھا تو قلم نے پوچھا
کون ہے وہ جسے سب کہتے ہین لاثانی ہے ق

کون ہے گوہرِ تاجِ سرِ تمکین و حشم
کسکے در پر حشم و جاہ کی پیشانی ہے

باعثِ داد و دہش کون ہے اس عالم مین
کون ہے لطف و عنایات کا جو بانی ہے

موجزن خلق مین ہی بحرِ سخاوت کسکا
کسکے الطاف کی دریا مین یہ طغیانی ہے

مین اسی فکر مین تہا بول اُٹہا دل میرا
مجہسے سُن اتنی جو اسدم تجہے حیرانی ہے

کیا نہین ہی تجہے معلوم کہ سلطانِ دکن
رونقِ مسندِ اقلیم جہانبانی ہے

میر محبوب علی حامیِ آئینِ ہُنَی +
تابعِ حکمِ خدا رحمتِ ربانی ہے

قیصرِ ملکِ کرم خسروِ اقلیمِ ہمم
مالکِ طبل و علم سایۂ یزدانی ہے

توبہ توبہ یہ کہان منہ جو کرون مدحِ ثنا
وہ فلک رتبہ ہے جمجاہ ہے لاثانی ہے

دانش و فہم فراست کا بیان ہو کیونکر
عقل بقراط بہی اس باب مین دیوانی ہے

ایسی اُس شاہ کے ہے نقشِ قدم کو رفعت
کہ قمر جسکو سمجہتا خطِ پیشانی ہے

کیا وہ بیمثل ہی یکتا ہے فقط ہند ہی مین
ہفت اقلیم مین اُس شہ کا نہین ثانی ہے

مدح خوان کیون نہ دکن کے ہون جہان کے شاعر
اسی سرکار مین اب قدرِ سخندانی ہے

قدردانی نے بنا رکہا ہے اُسکو فارس
آجکل جو ہی وہان عرفی و خاقانی ہے

جبہہ سا ہوتے ہین اُس در پہ مقدر والے
قابل اُس در کے بہا کب مری پیشانی ہے

درگہِ خالقِ کونین مین ابِ آفاق
مشغلہ میرا شب و روز دعا خوانی ہے

بارق جناب مرزا مظفر حسین صاحب تلمیذ حضرت داغ دہلوی

ساری دنیا مرے رونے سے یہ طوفانی ہے
جسطرف آنکھ اُٹہاتا ہون اُدہر پانی ہے

کچہ عجب چہرۂ پُرنور وہ نورانی ہے
چودہوین رات کا ہی چاند کہ پیشانی ہے

سُننے والون کو ہر اک دم ہی حیرانی ہے
نغمۂ بلبل کا کہ بارق کی غزلخوانی ہے

عشقِ گیسو کی دلِ زار جو یون ٹہانی ہے
ترے حصہ ہی مین کمبخت پریشانی ہے

اک زمانہ سے لڑا کرتا ہے دربان تیرا
آدمی یہ کوئی روسی ہی کہ جاپانی ہے

چاٹ ہی خونِ جگر کی جنہین وہ کہتے ہین
اُس مزے کا نہ مزعفر ہے نہ بریانی ہے

کچہ سمجہ مین نہین ای حضرتِ ناصح آتا — بول چال آپکی انگلش ہر کہ یونانی ہے
نہ تو مطرب ہر نہ مینا ہی نہ ساقی نہ شراب — مجلسِ وعظ مین کیا بے سروسامانی ہے
عشق چہوٹا ہی نہ چہوڑینگے کبہی ای ناصح — اس بہانے ہی سے آجاے جو موت آنی ہے
نہین ملتا نہین ملتا ورِ مقصود وہان — ہمنے کوچے کی ترے خاک بہت چہانی ہے
قیس و فرہاد کا رتبہ مرے آگے کیا ہے — اک پہاڑ ہی ہر اگر ایک بیابانی تہے
تیرا بیمار مسیحا کی دوا کیون کہائے — اسکو منظور تو جنت کی ہوا کہانی ہے
کوئی مانے کہ نہ مانے ہمین دانا لیکن — بات ابتک تو کوئی دل کی نہین مانی ہے
آپ کہتے ہین کہ ثانی نہین کوئی میرا — دیکہنے والے یہ کہتے ہین کہ لاثانی ہے
وین وایمانکو بچائین بہی بتو نسے ہی ملین — یہ بہلی بدل کوئی گہر جانی ہر من مانی ہے
تیری زلفو مین نظر آتی ہی جو او کافر — میری جمعیتِ خاطر کی پریشانی ہے
عید کیون صبح کے ہونیکی مناتے ہو تم — کل کسی عاشقِ ناشاد کی قربانی ہے؟
تم تو کیا چیز ہو گردون تو ستاے مجکو — آجکل آصفِ سادس کی جہابانی ہے
پہلوِ غیر مین کیا دیکہہ لیا **بارق** نے — کہ ہنسی اُس ستم ایجاد کی کہسیانی ہے
یون تو معشوق سب اچہے ہین مگر ای **بارق** — جسپہ آجائے دل اپنا وہی لاثانی ہے

ولہٗ

علم گو بادشہِ ملکِ سخندانی ہے — جزوِ اعظم مگر اس فن کا زباندانی ہے
ہی غذا لختِ دل اور خونِ جگر پانی ہے — یہی اے چرخِ ستمگر مری مہمانی ہے
کیا کرون گر نہ پیون اشکِ غم ای پیرِ فلک — یہی دانا مری قسمت کا یہی پانی ہے
حسن ہین عشق مین بیداد مین جانبازی مین — نہ نظیر آپکا کوئی نہ مرا ثانی ہے
وعدۂ وصل کیا آپنے مجہ سے صد شکر — مدت العمر مین بات آج مری مانی ہے
اور کہتے ہین کسے حضرتِ دل نادانی — عشق کرنے سے ہی بڑہکر کوئی نادانی ہے

جانتا ہون کہ نہین فائدہ اب کچھ لیکن
کس قیامت کی قیامت مین پشیمانی ہے

خواہشِ نفس سے اپنی نہین ہوتا ہرگز
حکم جو احمدِ مرسل کا ہے قرآنی ہے

ثانی حضرتِ یوسف تو بہت دیکھے ہین
آپکا ہی کوئی دنیا مین کہین ثانی ہے

یا علی کھولدے عقدونکو مرے بہرِ خدا
دست و بازو مین ترے قوتِ یزدانی ہے

کوئی سُنتا نہین افسانۂ عشق کا کل
در حقیقت یہ کہانی بھی تو طولانی ہے

کچھ نہین اور علاج اس مرضِ عصیان کا
سو دوا اُونکی دوا ایک پشیمانی ہے

حضرتِ داغ کے اشعار مین جو ہے بارق
نام اسکا ہی فصاحت بہ زباندانی ہے

برہم بجناب حکیم برہم صاحب پروپرائیٹر فتنہ گورکھپور

آئینہ دیکھکے شکل اپنی جو پہچانی ہے
اے جنون آج تماشا مری حیرانی ہے

فکر آغاز مین انجام کی نادانی ہے
عقل دے دخل جو اس امر مین دیوانی ہے

دل تو اُلجھا ہی کہین زلف نہ اُلجھے اُنکی
اس پریشانی مین یہ اور پریشانی ہے

اپنی تعریف وہ کس حُسن سے فرماتے ہین
مجھ مین کیا دیکھکے آئینے کو حیرانی ہے

عشق کا نام نہ بدنام کرو حضرتِ دل
ہر بُرے کام کا انجام پشیمانی ہے

آتشین نالے نکلتے ہین دلِ مجنون سے
شک ہے لیلےٰ کو کوئی غولِ بیابانی ہے

تیرے بیمار کی کیا ہو گی مسیحا سے دوا
اُسکے ہاتھون سے مقدر مین شفا پانی ہے

آتے ہی اپنی خوشی گھر کو سدھارے کیا خوب
یہ مثل وہ ہوئی من مانی ہے گھرجانی ہے

اے صبا موسمِ گل مین بھی کپڑے پھاڑون
آئی ہے عقل سکھانے مجھے دیوانی ہے

مجھکو تصویر بنا دیتا ہے اُن کا جلوہ
آنکھ میری ہے کہ آئینۂ حیرانی ہے

غم کھلایا مجھے دنیا مین بلا کر اے عشق
آفرین تجھکو ہے کیا خوب یہ مہمانی ہے

قیس کا نام نہ لے ہوش مین آ اے لیلےٰ
ایک دیوانے پہ وارفتہ ہے دیوانی ہے

کسکو تقدیر کے لکھے کی خبر ہی برہم
نہین معلوم کہ کیا کیا ابھی پیش آنی ہے

بیدل جناب مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب تلمیذ حضرت غالب

مایۂ فخر مری بے سر و سامانی سے ہے
جامۂ فتح و ظفر تیغ کی عریانی ہے

مجکو شکوہ کی قسم انکو وفا کی سوگند
کیا کہون کس سے کہون سخت پریشانی ہے

آرزومند شہادت کو گرانجانی کیون
یہ سبکسیر فنا اب نہین کل جانی ہے

دلِ امیدو سے نکر ذکرِ قیامت واعظ
سو قیامت کا جواب ایک پریشانی ہے

تیغ قاتل کے اگر نذر ہو کچھ کام آئے
یہ تو ہم جانتے ہین جان حزین جانی ہے

تم کفن دیکھے بگاڑو نہ مری وضع قدیم
خلعتِ ملکِ عدم حلۂ عریانی ہے

ہر پریشانی کو سرمایۂ وحشت سمجھو
زلف کے سامنے آئینہ کو حیرانی ہے

کششِ حُبِ وطن سے نہین خالی کوئی
موت کہتے ہین جسے جذبۂ روحانی ہے

ہے یہ ایما کہ ہری ہوگی تری شاخِ امید
خطِ توام مین ہر خط کاغذِ خطِ دہانی ہے

آخرِ شب مین نکلتا ہی جو گھٹتا ہی ہلال
خستہ حالی کی نمائش بھی پشیمانی ہے

یان نظر آتا ہے پروانون کو تیرا جلوہ
ورنہ جگنو بھی تو اک شمع بیابانی ہے

خواب مین آؤ اگر مردمِ دیدہ سے ہی شرم
چاندنی نور کی پردے کے لئے تانی ہے

تونے دیکھی ہی نہین تجھمین ہی جو چیز نہان
مری آنکھونمین ترا جلوہ لاثانی ہے

ق
مینہ برسنے سے ہو طوفان سمندر مین نہ کیون
پانی بارش کا ہے جو یہ بھی وہی پانی ہے

آتے ہین عالمِ بالا سے جو اربابِ وطن
تلملاتا ہے سمندر یہی طغیانی ہے

موشگافی تری کاکل سے جو کی خامہ نے
کالے پانی مین اُسی روز سے زندانی ہے

غیر ہین باد مخالف شبِ تیرہ غمِ ہجر
بحرِ ہستی مین مری کشتی طوفانی ہے

اشک بن بنکے یہ برسے ہین ترے دل کے بخار
عرصۂ دہر مین جو کھیت ہی بارانی ہے

ایک عالم تہ و بالا ہے فسون سازی سے
آنکھہ ہی ہوش ربا کہنے کو ستانی ہے

کر دے تو مرغ گرفتار کو اپنے آزاد
روح میری قفس جسم مین زندانی ہے

ایک مدت سے جو بیدل ہی ترے سر ہی ہی
سر بیدل کی قسم کہائیے گر کہانی ہے

تقی۔ ابو المکارم جناب میرزا محمد تقی صاحب تلمیذ حضرت شعلہ مرحوم

روبرو عشق مین رخسار کے حیرانی ہے
مو بمو زلف کے سودے مین پریشانی ہے

وجد واعظ کو بھی ہے سنکے سریلی آواز
بزم سے دور ہے پر محو خوش الحانی ہے

واعظا تیری نصیحت کا ہوا کچہ ہی اثر
بات کوئی کبھی رندون نے تری مانی ہے

ہی تردد کہ کرون ختم الہی کیونکر
رات تھوڑی ہی کہانی مری طولانی ہے

وصل مین مر نہ گیا ہجر کی صورت دیکھی
یہی رونا ہی مجکو پشیمانی ہے

ایک مدت سے ہون زنجیر مین گیسو کی اسیر
اسکی صورت پہ طبیعت مری دیوانی ہے

ہی کسی شوخ ستمگر کا فلک بھی پیرو
کوئی کیا جانے اسے ظلم کا جو بانی ہے

تیرے در پر جو نہ بیٹھا ہو رما کر دھونی
کعبہ و دیر مین خاک اسنے عبث چھانی ہے

تیغ ابرو کے اشارہ سے ہین بسمل عشاق
مغربی تیغ ہی ایسی نہ صفاہانی ہے

اس ستم کیش کا عالم مین اگر مثل نہین
اس ستمکش کا زمانہ مین کہان ثانی ہے

رخ روشن سے نہ شرما کے پسینہ پوچھو
عیب کیا چشمہ خورشید مین گر پانی ہے

آپ وعدہ پہ نہ آئین یہ تماشا دیکھین
ہم گلا کاٹ کے مرجائینگے یہ ٹھانی ہے

ہجر مین جان بچی یان تو بامید وصال
اعتراض انکا ہی عاشق کی گران جانی ہے

صنعتون سے بھی تو ظاہر ہے کمال صانع
ان حسینون کو نہ چاہین تو یہ نادانی ہے

حسن کا وصف ہی قرآن مین ذرا پڑہ واعظ
مصحف رخ کی ولا وجہ مسلمانی ہے

خشک لب خار جو صحرا کے ہین سیراب ہون وہ
آبلے کہہ رہے ہین چھاگلون مین پانی ہے

سنمون کے ہین سب آثار محل عبرت
طاقِ کسریٰ پہ دھرا تخت سلیمانی ہے

عہدِ شاہان کی طرح قدر سخن کی ہے امید
ای تقی شاہ ہو تم شاد کی دیوانی ہے

ولہٗ

قتل کرنے سے مرے ایسی پشیمانی ہے
سر کو پہوڑا ہے ہوس تیغ صفاہانی ہے

مجھسا عاشق ہے زمانہ مین نہ تجھسا معشوق
کون ہے مثل مرا کون ترا ثانی ہے

شوقِ دیدار مین پتھرا گئی چشمِ نرگس
منتظر کسکی ہے کسِ شوخ کی دیوانی ہے

دزد کا خوف نہ خیاط کی حاجت اسکو
قابلِ قدر بہت جامۂ عریانی ہے

بوریا تک نہین رکھتا کہ نہو بوے ریا
مجکو مطلوب فقط بے سر و سامانی ہے

عشق اور حسن کا ہے روزِ ازل سے پیوند
باہمی ربط یہی فطرت انسانی ہے

رشک بلقیس کے ہاتھون سے ہوے ہم مقتول
تختہ تابوت کا ہی تخت سلیمانی ہے

غنچے ہوے جو سماتے نہین یہ رنگ ہے کیا
باغمین کس گلِ بیخار کی مہمانی ہے

یون تو ہم ملتے ہین سب سے بدارا لیکن
ناز کرتے ہین اسی دوست سے جو جانی ہے

وعدۂ وصل جو پورا نہوا ابکی بار +
زہر کھا لینگے ہم اب دل مین یہی ٹھانی ہے

شش جہت مین نہ تقی کیون ہو ہمارا شہرا
ہم ہین اور آصفِ سادس کی ثنا خوانی ہے

ولہٗ

میر محبوب علی خان شہ لاثانی ہے
مفتخر ذات مبارک سے جہانبانی ہے

بس یہی شاہ تو ہین شاہ رعیت پرور
بس انہین کے لئے اورنگ سلیمانی ہے

زیب اورنگ خلافت ہے اسی عادل سے
ظلِ سبحان بھی یہی سایۂ رحمانی ہے

زیب دیتی ہے زمانہ مین انہین کو شاہی
انکے قامت کے لئے خلعتِ سلطانی ہے

بزم جمشید ہے یا شاہ کا ہے دربار
فخر دارا کا جہان خدمت دربانی ہے

حاتم و معن سے بھی فیض ہے انکا بڑھکر
انکے دریاے سخاوت کی وہ طغیانی ہے

مشتری فخر سے ہے ایک خطیبِ محفل / منصبِ شمس یہاں مروحہ جنبانی ہے

عام از بسکہ ہین الطاف و مراحم سب پر / یان ہر اک مور کو دعواے سلیمانی ہے

سب دعا دیتے ہین آصف کو ہماری دل سے / دہر مین شہرۂ محبوب علیخانی ہے

خرد۔ جناب غلام عباس بیگ صاحب وکیل حیدرآبادی تلمیذ جناب بیدل

کہتے ہین عشق کا انجام پشیمانی ہے / بات جو حضرتِ ناصح کی ہے لاثانی ہے

جان کو الفتِ کاکل سے پریشانی ہے / دلکو آئینۂ رخسار سے حیرانی ہے

جو حسین ہے اسے دعوی ہے کہ یکتا مین ہون / اس مرقع مین ہر اک یوسف کنعانی ہے

عشقِ صادق کی بھی تاثیر غضب ہوتی ہے / ہم ہین بیچین تو انکو بھی پریشانی ہے

حالِ فرقت کبھی فرقت مین سنائینگے تمہین / وصل کی رات ہے کم قصہ طولانی ہے

سیرِ گلشن کی مبارک ہو عنادل تمکو / مجکو اب کوچۂ جاناں کی ہوا کھانی ہے

دشنۂ حسن کے کشتونکے لگے ہین پشتے / جسطرف دیکھیئے سناٹا ہے ویرانی ہے

قیدِ صیاد سے نالان ہے عبث اے بلبل / باغ عالم مین جو ذی روح ہے زندانی ہے

نام توبہ کا نہ لون موسم گل مین واعظ / میری بھی عقل کہین آپ سی دیوانی ہے

زخمِ دل تازہ ہوے جاتے ہین ہر بات پہ کیون / ہان مین ہان غیر کی گویا نمک افشانی ہے

ہوگیا چاہنے والونسے زمانہ خالی / ہم جہان دیکھتے ہین حسن کی ارزانی ہے

آج فردا کی عبث فکر ہے اے دل تجکو / وہی پیش آئیگی واللہ جو پیش آنی ہے

ناخدا درپئے تخریب فلک درپئے جور / قلزمِ عشق مین کشتی مری طوفانی ہے

محفلِ ناز مین وہ کہتے ہین ہم جان گئے / دلکے دینے سے کسیکو جو پشیمانی ہے

کہیے تو دیکھکے آئینہ کو حیرت کیون ہے / حسن تو نام خدا آپکا لاثانی ہے

دل کے بہلانیکے سامان ہوے جاتے ہین / وصل دلدار کی پھر سلسلہ جنبانی ہے

ہاتھ کاٹیں ابھی حسرت سے حسینان جہان
دیکھے آئینہ میں وہ یوسف لاثانی ہے

کل نہ ہم ہونگے نہ تو ہوگا نہ یہ سوز و گداز
ای غم ہجر تری آج ہی مہمانی ہے

دیکھیے آتا ہے کس کس کا کلیجہ منہ کو
دلکی پہر رام کہانی مجھے دہرانی ہے

زلفیں بکھری ہیں خدا کے لئے سلجھا اِنہیں
انکی الجھن سے مرے دلکو پریشانی ہے

چشم حق بین سے حسینوں کا تماشا دیکھا
اپنے انداز میں جو فرد ہے لاثانی ہے

دست نازک سے ہی قاتل کے ندامت کیسی
دم نکلتا نہیں کیا سخت گرانجانی ہے

تو حسینوں میں ہی ممتاز تو عشاق میں ہیں
میرے یوسف ترا ثانی نہ مرا ثانی ہے

دیتے ہو دل بت عیار کو بے سمجھے شرد
کیسے نافہم ہو کسطرح کی نادانی ہے

رفیق جناب منشی شیخ ملک قادر صاحب تلمیذ جناب سلام

نہر دریائے غم دریغ کی طغیانی ہے
وقت امداد ہے کشتی مری طوفانی ہے

سخت حیران ہوں کہ دوں کس سے میں اسکو تشبیہ
رنگ و بو میں گل عارض ترا لاثانی ہے

عید کا دن ہی لگا لے مجھے ای تیغ گلے
یہی جانباز ہے جو لائق قربانی ہے

چاک ہونیکا اسے خوف نہ ممنون رفو
سب سے بہتر یہ مرا جامہ عریانی ہے

نہ کہوں ابروے پر خم کو مہ نو کیونکر
مطلع نور مرے یار کی پیشانی ہے

یاد کس آئینہ رو کی شب فرقت آئی
سخت حیران ہوں کہ کیوں مجھکو یہ حیرانی ہے

طوق کسطرح نہ پہریان مرے دلکا گرتن
داغ الفت یہ نہیں نقش سلیمانی ہے

منتشر زلف ہی سلجھا دو خدارا اسکو
دل بیتاب مرا وقف پریشانی ہے

سچ ہے میری ہی وفا نے کیا تجکو ظالم
یہ خطا مجھ سے ہوئی یہ مری نادانی ہے

شکر ہے میرے پریرو نے دیا ہے کاندھا
تخت تابوت مجھے تخت سلیمانی ہے

داغ الفت یہ دیا ای شہ خوبان تو نے
کیوں نہ سمجھوں میں اسے تمغۂ سلطانی ہے

رنج۔ جناب سید لسان اللہ حسینی صاحب

مبتلا آپ یہ جیسے ہوئے حیرانی سے ہے
درد و غم رنج و الم یاس و پشیمانی سے ہے

ہاتھ ملتا ہے کھڑا دیکھکے لاشے کو مرے
قتل سے میرے ستمگر کو پشیمانی سے ہے

پانوں رکھیں جو ہم عشق مین ڈبن مرین
کوہکن ہے جبلی قیس بیابانی سے ہے

غم شبیر مین روتے ہین علی کے جو محب
اشک افشانی نہین ہمیہ دُرافشانی ہے

ہنستے ہین قبر پہ آ آکے وہ ہمراہ رقیب
خوب یہ فاتحہ خوانی و گل افشانی ہے

بات کی بات مین کرتا ہے تو پریونکو مطیع
دہن تنگ ترا مُہر سلیمانی سے ہے

بخشدیگا وہ گناہونکو نکر رنج اے رنج
اپنے افعال سے کیون تجکو پشیمانی ہے

رنگ۔ جناب حاجی محمد وزیر خان صاحب تلمیذ جناب سحر کی

نہین بیوجہ مرے دل کی پریشانی ہے
حضرت عشق کی یہ سلسلہ جنبانی ہے

کون کھینچیگا مرقعہ ترا اے غیرت حور
اب بہزاد ہی باقی ہے نہ اب مانی ہے

خبر مرگ مری سنکے وہ بولے افسوس
جینے کو سہتا اُسے سخت پشیمانی ہے

کسلئے خلق کا ہے کوچہ قاتل مین ہجوم
آج کس عاشق جانباز کی قربانی ہے

ظلم کرتے ہو جو تم خلق خدا پر ناحق
کیا یہی اہل جفا شیوۂ انسانی ہے

جیب و دامن مین کفن کو نہین باقی کوئی تار
ہائے کس درجہ مری بے سر و سامانی ہے

سوچتا ہی نہین کچھ سود و زیان کا مطلب
آئینہ رو تری فرقت مین جو حیرانی ہے

درد و غم رنج و الم حسرت و یاس غم اندوہ
سبکی غمخانۂ دلمین مرے مہمانی ہے

ہستی مین جو ہم ساتھ عدم سے لائے
آجتک تن پہ وہی جامۂ عریانی ہے

دیکھکر قیس کو صحرا مین یہ بولی لیلی
آدمی ہے کہ کوئی غول بیابانی ہے

مصحفِ رخ پہ نہین اُنکے یہ ابرو کا نشان
بخدا یہ تو کوئی آیۂ قرآنی ہے

محفلِ شادمین وہ وہ ہین تگلو اُنکے
طوطئی وقت کوئی ہے کوئی خاقانی ہے

زار۔ جناب محمد علیخان صاحب لانس دفعدار تھرڈ لانسر شاگردِ جناب علوی

کلک قدرت سے کھچا ہے ترا نقشہ ظالم
دیکھ حیران تری تصویر سے کیا مانی ہے

کل سے الجھے ہین جو اے یار تمہارے گیسو
کیا کہون دلکو مرے کیسی پریشانی ہے

بعد مردن بھی کفن کی نہین حاجت صاحب
مجکو کافی یہ مرا جامۂ عریانی ہے

وعدۂ وصل پہ پھر اُسکے یقین کیونکر ہو
جسنے اے زار نہین بات کبھی مانی ہے

سفیر۔ لفٹنٹ میر شایق حسین خان الموسوی حال ٹرانسپورٹ افسر اعلیحضرت حضور نظام

لب پہ جو آہ ہے افسونِ پریخوانی ہے
دلمین جو داغ ہے وہ نقشِ سلیمانی ہے

کوچۂ زلف مین افشان کا چراغان ہے آج
شامِ گیسو سحرِ رخ سے بھی نورانی ہے

رکھتے ہی دشتِ بلاخیز محبت مین قدم
آئی آواز کہ شیر وہکا جگر پانی ہے

ابتو موقع ہی نصیحت کا نہین ای ناصح
کہہ چکا تجہسے کہ یہ سب مری نادانی ہے

تیغ ظالم کی پری بنکے پھری آنکھونمین
نگران چار طرف دیدۂ قربانی ہے

جو حسین دیکھ لیا پھر نہ رہا آپ مین دل
ایسے مجبور ہین یہ فطرتِ انسانی ہے

وہ چلے آئینگے گھر پہ یہ کسے تھی امید
کیون نہ ہین گھر مین نہ رہا اسکی پشیمانی ہے

باغِ جنت سے فزون ہے ترا کوچہ اے حور
نقش اول ہے جو فردوس تو یہ ثانی ہے

کیا چھپا لیگی نقاب اُنکے رخ روشن کو
بجلیان کوندتی ہین چاندسی پیشانی ہے

مائلِ شعر و سخن پھر ہے طبیعت اپنی
بزمِ اشعار مین پھر شور غزلخوانی ہے

یہ پہیلی بات تو تھا شبِ وصل نہو ذکر کہین
صبح ہو جائیگی قصہ مرا طولانی ہے

تجھپہ اے آرسی آتا ہی بہت رحم مجھے
میری وحشت سے زیادہ تری حیرانی ہے

دل مرا حضرت آصف پہ تصدق ہے سفیر
واہ کیا شان ہی کیا طرز جہانبانی ہے

سلام جناب سید خواجہ معین الدین صاحب انسپکٹر ٹپہ خانجات ہنمکنڈہ

ضبط اے دل کہ یم رنج کو طغیانی ہے
کشتی عمر تری آہ سے طوفانی ہے

کسجگہ ہے پہان اے بت لاثانی ہے
جستجو مین تری ہر ایک گلی چھانی ہے

سبز باغ آج دکھائینگے کسیکو شاید
بر مین کیا آپکے بیوجہ قبا دھانی ہے

غیر کا تذکرہ اے دل نہ کبھی چھیڑنا تھا
وہ پشیمان ہین کیا مجکو پشیمانی ہے

اور کیا پاے ترا ناز اٹھا کر ظالم
لقب عاشق جانباز تو بند ہانی ہے

آئینہ دو دلونکو حیرت نے بنایا شب وصل
وہ بھی حیران ہین اور مجکو بھی حیرانی ہے

ذکر اغیار پہ ہنس ہنس کے یون پھیر گئے منہ
بات جو آپکے دل کی تھی وہ پہچانی ہے

آب شمشیر بھی ظالم نہ پلایا ابتک
خوب گھر مین ترے جانباز کی مہمانی ہے

بیوفاؤنکو نہ دینا تھا کبھی دل اپنا
مین بھی دیوانہ طبیعت بھی دیوانی ہے

عجز مین طاق ہو نہین کبر سے تو بھی ممتاز
مثل میرا ہے نہ کوئی نہ ترا ثانی ہے

عید کے دن وہ کھچے بیٹھے ہین تلوار کیطرح
بڑھکے اے دل ہو فدا یہ دم قربانی ہے

نگہ غور سے دیکھا جو سوے چشم حباب
کھلگیا ہمپہ کہ یہ سارا جہان فانی ہے

دیکھکر شکل تری چھا گئی حیرت ایسی
متحیر صفت آئینہ خود بانی ہے

تاکجا صدمۂ فرقت ستم آرا جھیلون
جان کیون اپنی لب اب لین یہی ٹھانی ہے

خضر مین تیرے فقیر ہین انکو ہے لطف شاہی
فرش سبزے کا ہین مخمل کاشانی ہے

رہ گیا سایہ جانان پہ چھپین سیاہی کی
ہاے ابتک بھی باقی خط پیشانی ہے

[illegible] جنت کی
تیری گر دیدہ ہو کیا حور بہشتی [illegible] ہے

داستان ہجر کی کسطرح سناؤن تجکو   مختصر وصل کی شب قصہ یہ طولانی ہے
کسطرح شوق شہادت مین نہ تڑپین قاتل   خط شمشیر ہمارا خطِ پیشانی ہے
رنگ صائب کا ہر اک شعر سے پیدا ہی سلام   میری شمشیر زبان تیغ صفاہانی ہے

شادؔ عالیجناب راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہٗ

کونسے پردے مین خورشید وہ نورانی ہے   سارے عالم کو اسی بات کی حیرانی ہے
مجہپہ کیسا کرمِ ایزدِ سبحانی ہے   مسندِ فقر کی حاصل مجہے سلطانی ہے
اور کیا شغل جنون مین ہی مرے ہاتہونکو   چاک دامانی و بس چاک گریبانی ہے
پہونچے کیا کوئی بشر کنہ حقیقت کو تری   سخت مجبور یہان طاقتِ انسانی ہے
نہین ممکن کہ ہو جمعیتِ خاطر حاصل   اک نہ اک روز نئی دل کو پریشانی ہے
دولت و جاہ و حشم لیکے کرون گا کیا مین   باعثِ فخر مجہے شاد کی دربانی ہے
لذتِ تازہ ہی اس زخم جگر کو حاصل   دہنِ زخم پہ جیسے نمک افشانی ہے
غمِ فرقت سے فقط ایک نہین مین بیتاب   اُسطرف اُسکو ادہر مجکو پریشانی ہے
اک تمنا ہی نہین میری شبِ غم سے سوا   قصۂ غم بہی تری زلف سے طولانی ہے
اپنے دل دینے کا مجکو نہین کچہ غم اصلا   دل مرا لینے سے اسکو بہی پریشانی ہے
اشک اُمڈے ہوے آتے ہین خدا خیر کرے   اپنے دریاے محبت کی یہ طغیانی ہے
موج پر موج ہے اور بادِ مخالف بہی ہے   یا خدا خیر ہو کشتی مری طوفانی ہے
دیکہکر دشت مین لیلی نے بگولہ کو کہا   یہ تو مجنون ہی اسے خاک بہی جولانی ہے
ایک سنبل ہی گرفتار نہین زلفون کی   نرگسی چشم سے نرگس کو بہی حیرانی ہے

کبھی تقدیر کا لکھا نہیں مٹتا اے شاد
وہی پیش آئیگی قسمت مین جو پیش آنی ہے

شرر۔ جناب عبد الغفور صاحب استہانوی بہاری

رخ رنگین سے ترے گل کو پشیمانی ہے
گیسوؤن سے ترے سنبل کو پریشانی ہے

فرقت یار مین اشکون کی یہ طغیانی ہے
کشتی عمر رواں اب مری طوفانی ہے

زلف و رخ نے ترے دکہلائے تماشے کیا کیا
دل پریشان ہی تو آئینے کو حیرانی ہے

نازکی قتل کو مانع ہی وہان اور یہان
سخت جانی سے مجھے اپنی پشیمانی ہے

بوے گل باغ سے کیون پہاڑ کے دامن نکلی
عشق مین کونسے گل کے تری عریانی ہے

خاک جلکر غم پروانہ مین ہو تب جانون
پانی ہو جانیمین تو شمع کو آسانی ہے

اڑتی پہرتی ہی ترے عشق مین کوچہ کوچہ
بوے گل بھی تری صورت پہ دیوانی ہے

حشر تک ساتھ نہ پریونکا چہٹا ہے شرر
درہم داغ جنون مہر سلیمانی ہے

شفق۔ جناب حسن مرتضی صاحب عمادپوری شاگرد جناب کوثر و حضرت امیر مینائی

چھپ نہین سکتی کبھی شکل جو نورانی ہے
شمع کو پردۂ فانوس مین عریانی ہے

رخ رنگین کو گل ترسے پشیمانی ہے
حلقۂ زلف سے سنبل کو پریشانی ہے

وصف جب اُسکے کوئی گن نہین سکتا زاہد
دانۂ تسبیح کے گننا بھی تو نادانی ہے

راتدن کاتب اعمال کہانتک لکھین
فرد عصیان مری اک دفتر طولانی ہے

سرو کی بے ثمری کہتی ہی عاشق سے ترے
شجر عشق کا پہل بے سر و سامانی ہے

قطرۂ اشک پہ ہوتی ہی بسر اب اوقات
اپنی قسمت مین یہی دانہ یہی پانی ہے

بال بکھراے ہوے نجد چلی ہی لیلے
وحشت قیس کی کیا سلسلہ جنبانی ہے

ٹانکے لوٹے ہوے جو زخم لہو دیتے ہین
یہ تری تیغ تبسم کی گل افشانی ہے

باڑہ پر آیا ہے آبِ دمِ خنجرِ قاتل
ڈوب مرنیکو گلے تک مرے اب پانی ہے

لختِ دل کہانیکو پینے کو ہر خونِ جگری
خانۂ دلمین غمِ عشق کی مہمانی ہے

شامیانہ ہر بنا گورِ غریبان پہ کہچا
چھاونی چھائے ہوئے قبروںپہ ویرانی ہے

مسکراتے ہوے لب خندۂ گل ہین گویا
خندۂ گل تری ہنستی ہوئی پیشانی ہے

جب کہا یوسفِ ثانی تو بگڑ بولے
اپنا ثانی ہومین خود کون مرا ثانی ہے

کہین مٹتی ہر مٹائے سے یہ تقدیر کی لکیر
ہر جو پیشانی مین آخر وہی پیش آنی ہے

اور اشکو لئے بہر کر اُٹہتے ہین شعلۂ دلکے
کام روغن کا جو دیتا ہر یہ وہ پانی ہے

جیب و دامن سے نہ مطلب گریبان سے غرض
ہر تعلق سے بری خلعتِ عریانی ہے

اہلِ نعمت سے ہو کیا نفع کی امید شفق
چشمۂ مہرِ درخشان مین کہان پانی ہے

نذرِ محبوب کو گلدستہ بنانیکے لئے
طبعِ رنگینِ شفق صرفِ گل افشانی ہے

شوق - جناب راے ٹہاکر پرشاد صاحب تلمیذ عالیجناب شاد بالقابہ

عشق مین کچہ نہین بن آتی وہ حیرانی ہے
سخت مشکل ہر قیامت کی پریشانی ہے

ان بتون کے کوئی اوصاف کہانتک لکھے
جو ادا انکی ہر بےمثل ہے لاثانی ہے

مختصر وصل کی ہر رات بیان ہو کیونکر
شبِ فرقت کی کہانی مری طولانی ہے

ہو چکی کب سے یہان نذرِ بتان جانِ عزیز
پہر اجل کسکے تجسس مین ہر دیوانی ہے

حشر مین جائنگے کس منہ سے خدا کے آگے
ہین گنہگار بہت سخت پشیمانی ہے

عشق کی راہ سے واقف وہ نہین ہر حاشا
کہتے واعظ کو جو دانا ہین یہ نادانی ہے

کھچے اس شوخ جفاجو کا مرقع کیونکر
زندہ بہزاد ہر دنیا مین نہ ابمانی ہے

میکشی سے جو مجھے منع کیا کرتے ہو
شیخ جی یہ بہی کوئی شیوۂ انسانی ہے

مین نے ہر طرح ستایا ہے شبِ وصل انکو
مجکو اس بات کی حد درجہ پشیمانی ہے

لالہ اُنکے لبِ نگین کے مقابل کیا ہو | جسکی سُرخی سے خجل لعلِ بدخشانی ہے

لاکھ تدبیر کرے کوئی تو کیا ہوتا ہے | پیش آئیگا وہی جو خطِ پیشانی ہے

وصل میں دست درازی کے گلے ہیں انکو | مجکو گستاخیوں پر اپنی پشیمانی ہے

شاہ کی سالگرہ کا ہے مقرر جلسہ | آج ایّام میں ای شوق غزلخوانی ہے

شوق - جناب محمد مراد علی صاحب تلمیذ جناب اسیر مرحوم

آب خنجر کی جو قاتل بھی طغیانی ہے | تا گلو بحرِ محبت کا مرے پانی ہے

ہے آزاد میں پاکان جنان بھی پابند | طائرِ جان قفسِ جسم میں زندانی ہے

اشک رو رو کے بہاتے ہیں قفس میں دن رات | ہم اسیرونکو یہی دانہ یہی پانی ہے

تازہ پھر فصلِ بہار میں ہوے داغ جنون | مستقل دل میں پھر اب آتشِ پنہانی ہے

مل گئیں خاک میں سب حسرتیں میرے دل کی | ہاے کیسے بھرے گھر کی ہوئی ویرانی ہے

منہ پھرا خنجرِ قاتل کا دمِ قتل مرے | سخت جانی سے مجھے اپنی پشیمانی ہے

نگہ شوق بھی بڑھ بڑھ کے ٹھہر جاتی ہی | اب حیا کی درِ عصمت پہ نگہبانی ہے

کیا شرف عشق کو قسّامِ ازل نے بخشا | ذرہ اس رہ کا تاجِ فرقِ سلیمانی ہے

حالتِ وجد میں ہیں حضرتِ ناصح بیکل | میکدہ ہے کہ کوئی محفلِ حقانی ہے

ہوتے ہیں دیکھکے دل اور جگر کے ٹکڑے | چین پیشانی ہے یا تیغ صفاہانی ہے

مصحفِ ناطقِ خالق ہی وہ روئے انور | سبزۂ خط نہیں تفسیرِ یہ قرآنی ہے

شان خالق بھی دکھاتی ہی کرشمے کیا کیا | بت خدائی کریں یہ قدرتِ ربانی ہے

جاکے بیٹھینگے کبھی دیکے درِ جانان پر | ہمنے بھی دلمیں بس اب اپنی یہی ٹھانی ہے

نہیں آسان فنِ شعر ہے مشکل ای شوق | کھیل لڑکونکا نہیں ہے یہ غزلخوانی ہے

شیدا - جناب خواجہ محمد باقر صاحب لکھنوی

مر کے بھی پیشِ نظر عالمِ حیرانی ہے
میرے دعوی پہ سند دیدۂ قربانی ہے

نزع کیا چیز ہے تکلیف یہ اک آنی ہے
دم کے دم جھیل پھر آسانی ہی آسانی ہے

دل تلاطم مین ہے اور اشکونکی طغیانی ہے
بارہ پر تندی ہے کشتی مری طوفانی ہے

نقشِ پا راہِ فنا مجکو بھی پیش آنی ہے
اک نشان کہنے کو باقی ہے مگر فانی ہے

ای گلِ داغِ جنون رنگِ ترقی ہے ضرور
اک نہ اک روز مگر تجپہ بہار آنی ہے

یا خدا موت ہی کے ہاتھ ہو یہ بیڑا پار
مدت العمر سے کشتی مری طوفانی ہے

تو نہالِ چمنِ حسن بہار اپنی دیکھ
سبزہ رنگ اُسپہ دوپٹا یہ غضب دھانی ہے

تیغ خوش آب ہے قاتل کہ تری آنکھ کی جوت
یہ ر دانی مین بھی دیکھو تو بلا پانی ہے

یاد مین اُسکی رہی ہے بندھی اشکونکی لڑی
رات دن ہمنے تو تسبیح یہ گردانی ہے

خطِ توام کی جدا کر کے جو دیکھی کوئی سطر
ہم یہ سمجھے کہ ہمارا خطِ پیشانی ہے

نقشِ پا دیکھکے یاد آتی ہے اپنی بیتی
کوئی ٹھوکر ابھی کیا اور اسے کہانی ہے

تیغ خوش آب کی آنچ آہ ہے پہوکے دیتی
شعلے بھڑکانے لگا کونسا یہ پانی ہے

گر قدم چلگئے تو قطعِ رہِ عشق ہے سہل
مشکل اول ہے جہان بڑھ چلے آسانی ہے

مرغِ تصویرِ گلستانِ تحیر ہون مین
کسکی پرواز کسے یاد پر افشانی ہے

ڈالدی جان مرے لمین جب اُسنے دیکھا
یہ مسیحائی ہے یہ قوتِ روحانی ہے

تیری شمشیرِ دو آبہ ہے قیامت کی لہر
دم مین ہے آب وہ ان دم مین بندھا پانی ہے

تو نہ ہنستا نہ مین روتا نہ یہ موتی رُلتے
خندہ ریزی تری وجہ گہر افشانی ہے

یہ دمِ نزع مرے کانمین کہتا ہے کوئی
مشکل اسدم ہے پھر آسانی ہی آسانی ہے

کیا تبسم ہے کھلے جاتے ہین یان زخمِ جگر
کس قیامت کی تمہاری نمک افشانی ہے

زلفین جب چہرہ پہ وہان بکھرین تو یان دل ٹھہرا
جمع خاطر کا سبب عین پریشانی ہے

خستہ حالی نے کیا غنچے کو گل ای شیدا
خندہ زنی کا سبب رنگ پریشانی ہے

شیفتہ جناب سید محمد کاظم حسین صاحب کنتوری مقیم حیدرآباد

مانع مرگ جدائی مین گرانجانی ہے
آجتک زندہ رہے سخت پشیمانی ہے

فرقت یار مین اشکونکی یہ طغیانی ہے
بحر و بر ایک ہین اسدرجہ چڑھا پانی ہے

زلف پرخم سے نمودار پریشانی ہے
تیز چلتی ہے صبا کسلئے دیوانی ہے

نور چہن چہن کے نکلتا ہی عجب حسن کے ساتھ
پردۂ حسن نقاب رخ نورانی ہے

اب سروکار رفو سے ہے نہ سوزن سے غرض
وجہ بیکسیِ دل جسم کی عریانی ہے

قتل کے بعد محبت نے جمایا ہی یہ رنگ
دامن یار بھرے خون سے افشانی ہے

عقل دی ہی جو خدا نے تو بتون پر ہے نثار
سوچنا عشق مین انجام کا نادانی ہے

دور عشاق سے رہتا ہی جو پریونکی طرح
کیا جفا کار ہی خصلت انسانی ہے

یار آیا ہی جو وقت نفس باز پسین
ابھی کچھ اور زمانہ کی ہوا کہانی ہے

تشنہ کامان محبت ہون بھلا کیا سیراب
ذقن ایسا ہی کنوان جسمین نہین پانی ہے

سر جھکائے ہوے بیٹھے ہین مرے قتل کے بعد
کیا یہ غیرونکے دکھانے کو پشیمانی ہے

کس سے فرقت مین کہون کون ہی سننے والا
قصہ زلف انکا افسانۂ طولانی ہے

صبح بھی دیکھکے ہوتی ہی صباحت پہ نثار
چشم بد دور وہ روشن تری پیشانی ہے

کل جدائی کی مصیبت ہی اٹھانا مشکل
آج مرجاؤن یہ میرے لئے آسانی ہے

خضر پائین تو پیین چاٹکے سب آب حیات
میرے جلاد کی تلوار کا وہ پانی ہے

جان پہنچتی ہی آخر شب تنہائی مین
صدمۂ ہجر عجب صدمۂ روحانی ہے

آئینہ عارض جانان کا کبھی دیکھا تھا
مجھکو اب تک وہی سکتہ وہی حیرانی ہے

خون لینا ہی کسکو جو نکالی تلوار
خود اجل ہی مری مصروف نگہبانی ہے

وقت گریہ دل سوزان سے ہین اٹھتے شعلے
شعلۂ آتش کے لئے ساتھ ہر وان پانی ہے

عقل کہتی ہے نجائے طرف کوے بتان
عشق کہتا ہی چلو عقل تو دیوانی ہے

شیفتہ اب نہین پیری مین جوانی کی اُمنگ
صرف اصرار احباب سے غزلخوانی ہے

صفا جناب مولوی محمد عبدالواسع صاحب شاگرد حضرت امیر مینائی از بھوپال

غیر نے جان سے جانیکی اگر ٹھانی ہے
آپکو کسلئے صدمہ ہے پریشانی ہے

ابروِ یار ہے یا تیغِ صفاہانی ہے
سیکڑون ذبح کئے پھر بھی وہی پانی ہے

اسلئے زلف کو اُلجھن ہے پریشانی ہے
یہ پری آپکے رخسار کی دیوانی ہے

طعنے دیدیکے چھڑکتے ہین نمک زخمون پر
میرے رونیکو وہ کہتے ہین گہرافشانی ہے

بزم اغیار سے آتے ہین وہ کیا کیا لیکر
نیچی آنکھین ہین پسینہ ہے پشیمانی ہے

پیچ اُس گیسوئے پیچان سے نکلتا ہی نہین
یہ بھی کیا دل کی طرح زلف کا زندانی ہے

شوق سے کعبۂ ابرو مین کرین ذبح مجھے
تیغ انداز سے منظور جو قربانی ہے

قطرے شبنم کے نہین سبزۂ خوابیدہ پر
خندۂ گل پہ فلک کی گہرافشانی ہے

بوسۂ چشم مجھے دیکے وہ فرماتے ہین
سات چھینون مین یہ تیرے لئے چھانی ہے

رو دیا وہ بتِ کافر تو یہ جانا مین نے
کہ مری آہ سے پتھر کا جگر پانی ہے

نزع کے وقت وہ آئے ہین مگر کہنے سے
بات مانی بھی ہے ظالم نے تو کیا مانی ہے

کچھ نظر ہی نہین آتا ہے مجھے تیرے سوا
آنکھ کی پتلی تری صورتِ نورانی ہے

ایک ہے آبِ وضو اور مےِ ناب اے شیخ
فرق کھچنے کا ہے ورنہ یہ وہی پانی ہے

زلف کے عشق مین جمعیتِ خاطر ہے کہان
دل پہ چھائی ہوئی ہر وقت پریشانی ہے

نیچی نظرین کبھی ہٹتی نہین سینہ سے ترے
خوب جوبن کی حفاظت ہے نگہبانی ہے

ہے صفا یہ اثرِ فیضِ امیرِ مرحوم
سخت سے سخت زمین میرے لئے پانی ہے

ضیغم جناب محمد عبداللہ خان صاحب مؤلف یادگار ضیغم منصبدار حیدرآباد

حسن مین فرد ہے تو کون ترا ثانی ہے
تو نگارا ترا یوسف کنعانی ہے

زلفِ شبگون تری یان وجہ پریشانی ہے
رخِ پر نور ترا باعثِ حیرانی ہے

شانِ معبود ہے یا چہرہ نورانی ہے
قدِ بالا ترا یا مصرعِ لاثانی ہے

غیر بیٹھا جو وہان بہرِ نگہبانی ہے
جان کمبخت کی ہاتھو نسے مرے جانی ہے

ہمسری کرتا ہے اُس سے کہ جو لاثانی ہے
کن خیالو مین تو اے یوسفِ کنعانی ہے

اضطرابِ دلِ خود رفتہ سے مجبوری ہے
کسکا جویا ہون سمجھتا ہون کہ نادانی ہے

مین تو مین جملہ حسینانِ جہان کہتے ہین
یار بیمثل ہے تو کون ترا ثانی ہے

کام انسان کو بیگانۂ عالم سے کیا
مجکو لائی ہے کہان روح ہی دیوانی ہے

نہ ملین گے کبھی ایجان تجھ سے
جان جائے کہ رہے اب تو یہی ٹھانی ہے

پہنس گیا قیدِ تعلق مین عدم سے آکر
مین نہین آتا تہا یہ روح کی نادانی ہے

آبِ خنجر ہے کہ بندوق کا چھرہ بلبل
تری تقدیر مین یہ دانہ ہے یہ پانی ہے

آبِ شمشیر سے ہوتا ہے گلو ترا اپنا
دمِ آخر مری تقدیر کا یہ پانی ہے

ناخنِ فکر سے ہو عقدہ کشائی معلوم
جو ہے پیشانی مین تحریر وہ پیش آنی ہے

زاہد اک بوند جو مے پی لی ابھی آنکھیں کھلجائین
ارے غفلت مین ہے تو سخت یہ نادانی ہے

محوِ گیسو وہ ہوا تھا یہ ہوئی کیون لہلوٹ
دل تو سودائی ہے کیا عقل بھی دیوانی ہے

گردِ عارض کے نہین سبزۂ خط کی تحریر
خطِ طغرا مین لکھی آیتِ قرآنی ہے

دیکھتے ہی اُسے ہوجاتی ہین پریان تابع
کیا کفِ دست ترا نقشِ سلیمانی ہے

ہمنے وصفِ رخِ زیبا مین جو اشعار پڑہے
سُننے والون نے کہا کیا گہر افشانی ہے

سر پہ ہے کا ہین گنبدِ گردون باقی
ایکدن شکلِ حبابِ لبِ جو فانی ہے

بزمِ رندان مین جو آئی ہے اُبل پڑتی ہے
دخترِ رز دیکھنا کس مرتبہ دیوانی ہے

دیکھنے کے نہین قابل مرا دیوانِ ضیغم
ایک مجموعۂ اوراقِ پریشانی ہے

ظہیر جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خانصاحب دہلوی

عید کا روز ہے عشاق کی مہمانی ہے ۔ آج کعبہ مین بڑی دہوم سے قربانی ہے

غیر کے ہاتھہ سے ہوتی مری قربانی ہے ۔ بے دہرم کیا یہی آئین مسلمانی ہے

کشمکش گیسوے پرتاب سے نادانی ہے ۔ مین تو سودائی ہون مشاطہ بہی دیوانی ہے

سینہ کوبی ہمہ جگر کاوی ہے حیرانی ہے ۔ ہاے کیا کیا مجھے دل دیکے پشیمانی ہے

رشتہ کفر سے پابند مسلمانی ہے ۔ تار زنار مین تسبیح سلیمانی ہے

بے سبب رنج کا انجام پشیمانی ہے ۔ بیوفا ضد تری منمانی ہر گہر جانی ہے

آئینہ دیکہکے کس کسکو پریشانی ہے ۔ غیر شستہ ہے کہ مین بدظن تمہین حیرانی ہے

شست وشو کی نہی حاجت نہو کا کچہ کام ۔ رخت پاکیزہ عجب جامہ عریانی ہے

یا الہی ہو شب وصل کا انجام بخیر ۔ دل کو جمعیت خاطر سے پریشانی ہے

بے طرح پڑتی ہر کچہ غیر کی جانب سر بزم ۔ بیوفا تیری نظر دور سے پہچانی ہے

الفراق ای غم دل ای شب ہجران رخصت ۔ آج اس گہر مین کسی ور کی مہمانی ہے

بیخبر بنکے چہپاتے ہین خبر کو ہشیار ۔ پردہ راز محبت مری عریانی ہے

سرفرازون کو گراتا ہی مدارج سے فلک ۔ شیوہ بال ہما خاص مگس رانی ہے

دل برہم شدہ سے اسکو الجہنا کیا تہا ۔ یہ تو بیخود ہے تری زلف بہی دیوانی ہے

اک تبسم سے تہارے ہے شگوفے پہوٹے ۔ گل ہی پژمردہ ہنسی غنچہ کی کہسیانی ہے

کیون مرے دلکی طرح سے ہی پراگندہ مزاج ۔ کیا کسی گیسوے برہم کی پریشانی ہے

نغمہ بلبل شیدا کو مبارک ہون ظہیر ۔ کچہ جدا گانہ مری طرز غزلخوانی ہے

ولہ

صاف تو ہے عیان رنجش پنہانی ہے ۔ اور بری دسے ہنسی آپکی کہسیانی ہے

خانہ آرائی مری بیسروسامانی ہے ۔ بیدری کرہی گہر کی مرے دربانی ہے

دشنہ بے آب جدا ہو رہا نہ دیقاتل نازک ۔ نوچ کہتی مجہے بے عقل گرانجانی ہے

جان کی طرح سے کمبخت نکلتی ہی نہیں
کیا مری حسرتِ دل بھی کوئی زندانی ہے

بے زری جوہرِ ذاتی کو بھی دیتی ہے مٹا
دشمنِ نام و نشان بے سر و سامانی ہے

نفسِ اَمّارہ ہی سدِ رہِ تسلیم و رضا
گو چُہ دوست مین دشمن کی نگہبانی ہے

مین نہ کہتا تہا کہ آئینہ نہ دیکھو دیکھو
اب اُسے رنج ہے یا آپکو حیرانی ہے

پہر وہی دستِ جنون پہر وہی سودا ہے
پہر وہی جامہ دری چاک گریبانی ہے

کیون نہ مقبول ہو یہ سحر بیانی میری
حضرتِ ذوق کی تعلیم دبستانی ہے

حضرتِ شاد کے ارشاد کی ہے یہ تعمیل
ورنہ اس سن مین کسے ذوق غزلخوانی ہے

چلکے دیکھو تو ذرا سیرِ چمن تم بھی ظہیر
آج گلشن مین عنادل کی غزلخوانی ہے

ظہیر جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب شاگرد حضرت امیر مینائی

آبِ خنجر مین دم ذبح وہ طغیانی ہے
عوضِ خون مری شہ رگ سے روان پانی ہے

سبزۂ خط سے عیان صنعتِ یزدانی ہے
مصحفِ رخ پہ لکھی آیتِ قرآنی ہے

قلزمِ عشق کی کیا سینہ مین طغیانی ہے
کشتئ عمرِ روان کیون مری طوفانی ہے

شیشۂ دلمین پری بنکے اُترتے ہین حسین
داغِ دل اپنا ہر یا مہُرِ سلیمانی ہے

کہولتے ہین کبہی زلفونکو کبہی باندہتے ہین
اُنکو بھی میری طرح آج پریشانی ہے

قتل ہو کر یہ کہا عقدۂ ما لاینحل
پردہ دارِ شہدا تیغ کی عریانی ہے

دشتِ وحشت سے مجھے کہا تا ہر آنکھین کہل کیا
نظر مین ذرہ ہر اک غولِ بیابانی ہے

کہولدین کسنے سرِ قبر یہ زلفین اپنی
کس قیامت کی اندہیرین پریشانی ہے

آتشِ عشق شلگتی ہے بھرے سینہ مین
شعلۂ حسن کی دلمین شرر افشانی ہے

بگلئ باغمین کیا موجِ صبا دستِ جنون
ہر طرف پہولونمین کیون چاک گریبانی ہے

تیغِ قاتل سے ٹپکتے ہین لہو کے قطرے
لاش پر عاشقِ بیکس کی گل افشانی ہے

کھچ گئی ہے جو ترے گیسو و ابرو کی شبیہ / غش میں بہزاد ہے بسمل مانی ہے

گرتے ہیں قطرہ پسینہ کے جبین سے اُنکی / فلک حسن سے ہوتی گہر افشانی ہے

خونچکان زخم جگر کیون نہو سینہ میں مرے / دلمین تیر نگہ ناز کی مہمانی ہے

قبر پر میری وہ ہنس ہنس کے جلاتے ہیں چراغ / آج کیا کیا مری تربت پہ گل افشانی ہے

وصل قاتل کا میسر ہو بلا سے سر جائے / آج اے حضرت دل ہمنے یہی ٹھانی ہے

یاد دشمن میں رواں اشک ہیں اُن آنکھوں سے / جن پیالونمین تھی مے انمین بھرا پانی ہے

کشتۂ حسن کا تابوت یہ لاتے ہیں حسین / دوش پر پریون کے یا تخت سلیمانی ہے

سر عشاق حبابونکی طرح تیرتے ہین / بحر خونکی ترے کوچہ مین وہ طغیانی ہے

قیدی زلف ہے دل لمین ہے خواہش تیری / تیرا قیدی کوئی کوئی مرا زندانی ہے

ہوشیاری سے ظہیر اسمین قدم رکھنا تم / محفل مے نہین یہ بزم سخندانی ہے

عزیز جناب محمد امتیاز علی صاحب میٹھوی شاگرد جناب شیفتہ کنتوری

زلف خمدار سے سنبل کو پریشانی ہے / گل نرگس کو تری آنکھ سے حیرانی ہے

تیغ قاتل ہے اُدھر شرم سے پانی پانی / سخت جانی سے ادھر مجکو پشیمانی ہے

اچھی صورت بھی عجب چیز ہے ماشاءاللہ / آئینہ دیکھکے خود یار کو حیرانی ہے

دل جو دیتے ہو کسیکو تو سمجھ بوجھکے دو / عشق آسان نہین صدمۂ روحانی ہے

حسن میں یار ہے بیمثل محبت مین ہو مین / اُسکا ثانی ہے جہانمین نہ مرا ثانی ہے

کبھی رکھینگے نہ اس راہ میں اغیار قدم / شیرونکا معرکۂ عشق مین دل پانی ہے

اب کہاں وصل کہاں جوش مسرت دلمین / حسرت و یاس و غم و درد کی مہمانی ہے

عاشقون پر یہ ہے سوا جور بتان روز بروز / کون اس رسم کا معلوم نہین بانی ہے

تیرے وحشی کو بھلا کیا سر و سامان سے غرض / ساتھ وحشت مین فقط بیسر و سامانی ہے

یہ زمانیکی دورنگی ہے مقامِ عبرت
کوئی نالان کوئی مصروفِ غزلخوانی ہے

لاش پر میری پریرو یونکا جمگھٹ ہے عزیز
اپنا تابوت نہین تختِ سلیمانی ہے

عظیم۔ جناب محمد عظیم الدین صاحب حبیب نبیرۂ خاص نواب کرنا ٹک پیشکار و معتمد پیشی پرنس آف ارکاٹ حال

دل کے ارمان ملے خاک مین حیرانی ہے
عشق کی راہ مین کیا بے سر و سامانی ہے

اپنے گیسوئے پریشان کو نہ اُلجھا رکھو
پیچ کیا کیا ہین مرے دلکو پریشانی ہے

تیرے کشتے کو نہ ہے گور میسر نہ کفن
مر گئے پر بھی وہی بے سر و سامانی ہے

دل لیا آپنے پہلو سے خبر ہمکو نہین
چوری اچھی ہے یہ اے راحتِ جان نگہبانی ہے

زندگی تک تو بشر کیلیے ہے رم کا پردہ
جسم سے ہو کے جدا روح کو عریانی ہے

تو ہی مقبولِ نبیؐ اور ہے محبوبِ علی
تیرا اے آصفِ سادس نہین ہے ثانی ہے

شاہ تو شمع ہے پروانہ رعایا تیری
سب ہین ذرے ترے تو مہرِ جہانبانی ہے

چشمۂ فیض سے تیرے نہین محروم کوئی
تیری فطرت مین مروت کا بھرا پانی ہے

پھر وہ گلدستہ نہ کیون قدر سے دیکھین شعرا
جسکا دیوان دکن آپ ہوا بانی ہے

شہر مین کیون نہ عظیم آپکا چرچا ہو جائے
روزمرہ بھی ہے اور ٹھیک بندانی ہے

فائز۔ جناب مرزا محمد حسن صاحب بنارسی

غیر ممکن غم و غصہ سے امان پانی ہے
چین جبین پر مری نقشِ خطِ پیشانی ہے

خانۂ چشم مین اُس شوخ کی مہمانی ہے
پر بجز اشک نہ دانہ نہ کہین پانی ہے

تیرے ہاتھون یہ پرستا مین ویرانی ہے
ہر پری تیرے پری بند کی دیوانی ہے

سبکو دیتا ہے وہ ترکی مین جوابِ ترکی
ختم و ربان پر اس بت کے زباندانی ہے

سنبلستان مین گیا مین تو کھلا یہ عقدہ
عشقِ گیسو سر و سامان پریشانی ہے

میں مسیحا جو کہوں اسکو تو کہتا ہی وہ شوخ / ای عزیزو یہ مسلمان ہی کہ نصرانی ہے
منہ دکھانیکو جو کہئے تو وہ دیتا ہی جواب / آئینہ گم ہے ہمارا مجھے حیرانی ہے
ای پری جاکے کہاں کیجئے تیری فریاد / کہ عدالت بھی ترے عہد میں دیوانی ہے
قتل کسطرح سے ہوں شرم سے میر آگے / بار خاطر انہیں تلوار کی عریانی ہے
جائیے دشت کو اب آپ کہ اپنی اے قیس / کچھ دنوں خانۂ زنجیر میں مہمانی ہے
خون جگر کا ہی جو بانی کسے عوض قاتل سے / میری تربت پہ بھی محفل کا شانی ہے
دردسر مول لیا دیکے چمن نے زر گل / عندلیبوں کی ہر اک سمت نوا خوانی ہے
گرم ہے موت کا بازار ہر اک جا لیکن / بسکہ دنیا میں ترے ارزاں یہ گرانجانی ہے
ای پری تیری ملاحت میں ہی شان شاہی / کہ نمک بھی ترے چہرے کا سلیمانی ہے
نکتہ سنجان گذشتہ سے ہوا کچھ حاصل / فائز زار گدائے در خاقانی ہے

فضا جناب محمد محبوب علی صاحب حیدرآبادی تلمیذ جناب شوق

فیض استاد سے وہ طبع میں جولانی ہے / سخت تر گو ہو زمین شعر کی پانی پانی ہے
ای شہ حسن ترا حسن وہ لاثانی ہے / کلک قدرت کو تجھے دیکھکے حیرانی ہے
جو کہی بات قسم ہے وہ انوکہی نکلی / جو ادا آپکی ایجاد ہے لاثانی ہے
فیصلہ اسکا ہو یہ روز کی کلکل مٹجائے / آج ہو جائے جو ہونا ہی یہی ٹہانی ہے
ہاتھ آیا ہی مرے وہ مہ گیتی افروز / خاک ہر کوچہ و بازار کی جب چھانی ہے
وہ گدا ہوں نہیں کچھ جاہ و حشم کی خواہش / ترے کوچہ کی گدائی مجھے سلطانی ہے
غمزہ و ناز و ادا باندہے چھری بیٹھے ہیں / وان در حسن پہ کس کس کی نگہبانی ہے
دیکھکر تجھکو یہ کہتا ہے مہ چار دہم / واہ کیا حسن ہی کیا چہرۂ نورانی ہے
یاد آتی ہیں وفائیں جو مرے بعد مری / کیا مرے قتل سے قاتل کو پشیمانی ہے

بوسہ بازی مین بگڑ کر یہ کسیکا کہنا ‏— بچکے بیٹھو یہ کوئی شیوۂ انسانی ہے

آنکھ اُٹھا کر جسے دیکھا وہین بسمل وہ ہوا ‏— نگہ یار ہے یا تیغ صفاہانی ہے

اسے رضا ہوتے ہین تجھپر جو پریزاد نثار ‏— کیا ترے پاس کوئی مہر سلیمانی ہے

ماہر جناب مولوی سید علی رضا صاحب تلمیذ جناب کامل لکھنوی

عشق گیسو مین جو ہر وقت پریشانی ہے ‏— دل تو سودائی تہا کیا طبع بہی دیوانی ہے

تیرے کشتو کے نہین تن پہ غبارِ صحرا ‏— چشم بینا ہو تو یہ جامۂ نورانی ہے

رات آئی ہی چلو شور ہین پہر سُن لینا ‏— داستان درد کی تہوڑی نہین طولانی ہے

مین اُٹہاؤن شبِ فرقت کی جفائین کبتک ‏— موت کیون آ نہین جاتی ہے اگر آنی ہے

خارِ صحرا سے کبہو پیاس کی یہ ایذا نہ سہین ‏— دور کر آئین ابہی آبلو مین پانی ہے

حسن پر ناز تجہے مجکو وفا پر ہے گہمنڈ ‏— نہ مرا مثل نہ دنیا مین ترا ثانی ہے

دوش پر لیکے چلے اپنے پری پر واسکو ‏— میرا تابوت ہی یا تختِ سلیمانی ہے

دیدۂ تر نے اُٹہایا ہے غضب کا طوفان ‏— جسجگہہ خشک زمین تہی وہین اب پانی ہے

دیکہون ملتی نہین کبتک دلِ مضطر کی مراد ‏— سنگِ در آپکا ہے اور مری پیشانی ہے

داورِ حشر کرون خون کا دعوی کیونکر ‏— قتل تو اُسنے کیا مجکو پشیمانی ہے

کیا حسینون نے کہا ہی جو خفا ہو ماہر ‏— اب ملین گے نہ کبہی لمین یہ کیا ٹہانی ہے

ممتاز جناب قاضی محمد ممتاز حسین صاحب از پیلی بہیت

گل ترے منہ کے مقابل ہمہ تن پانی ہے ‏— ہم گلاب اُسکو جو سمجہین تو یہ نادانی ہے

دیکے اک بوسہ اُسے ایسی پشیمانی ہے ‏— شرم سے ڈوبی پسینے مین وہ پیشانی ہے

اُسنے آنکہین نہ ملانیکا سبب کیا پوچہون ‏— ظلم مجہپر جو کیے ہین یہ پشیمانی ہے

مے طلب کرنے سے کیون چین بجبین ہے ساقی
میری قسمت مین یہی سر کہ پشیانی ہے

مین ہون دیوانہ مری گرد مین طفلان حسین
لاکھ دانائی سے بہتر مری نادانی ہے

لکھتے ہین کاتب اعمال چھپائے منہ کو
کسقدر میرے گناہون سے پشیمانی ہے

ظلمت شب سے بجھی ظلمت آب حیوان
ہجر جانان مین بھی موت کہان آنی ہے

فائدہ کیا جو ترے ظلم کا اظہار کرون
اے پری ساری کچہری تری دیوانی ہے

آئنے کیون نہ چھپین پردۂ زنگاری مین
تیرے آئینۂ زانو سی پشیمانی ہے

سرو سو بھی کمر یار کا نقشہ نہ کھچا
ہاتھ کھینچے ہوئے خود موقلم مانی ہے

ہڈیان چھوٹی سمائی ہی نہین قالب مین
میرے گھر آج سگ یار کی مہمانی ہے

جوش سودا مین رگین خشک ہین آنکھین تر ہین
یہ کمی خون کی اشکون کی فراوانی ہے

فرط شادی سی وہین بھوک مری بھاگ گئی
جب کہا اُسنے مری گھر تری مہمانی ہے

بھیگ کر رات جدائی کی ہوئی ہے بھاری
چشمۂ چشم سے اشکونکی فراوانی ہے

شرم رخ سے ترے پھولون کو پسینا آیا
کوئی شبنم اسے سمجھے تو یہ نادانی ہے

اپنے گھر زیست سی ہم ہاتھ نہ کیون دھو بیٹھین
سنتے ہین یار کے گھر غیر کی مہمانی ہے

عکس رخ سے ترے آئینے کا چہرہ اُترا
سر بزانو ہی رہا ایسی پشیمانی ہے

وصل مین تجھسے گلے ملتے ہی مر جاؤنگا
مثل شمشیر برہنہ تری عریانی ہے

سر کہان پھوڑون کہان جاؤن گھسون پیشانی
پھوٹی تقدیر مین جو ہو وہی پیش آنی ہے

پو کے پھٹتے ہی شب وصل بڑہا دست جنون
صبح کے ہاتھ مری چاک گریبانی ہے

تو جو مداح ہے خاقان دکن کا ممتاز
ہند مین مجکو سمجھتے ہین کہ خاقانی ہے

ولہ

طعنہ زن صبح پہ وہ چہرۂ نورانی ہے
خندہ زن اُسپہ وہ ہنستی ہوئی پیشانی ہے

عرق شرم مین ڈوبے جو ترا منہ دیکھا
پڑ گئی اُوس گلون پر یہ پشیمانی ہے

دوسرا ہر دوسرا مین نہین کوئی سمجھا
کون کونین مین ہے وہ جو ترا ثانی ہے

سر در یار پہ سجدون سے ہی ٹکڑے ٹکڑے
پھوٹی قسمت سے شکستہ خط پیشانی ہے

پیتے ہین ٹھوکرین کھا کر ترے در پر آنسو
کھانے پینے کو یہ دانہ ہی یہی پانی ہے

مین یہ منہ کھو کے کہتا ہون ترے سر کی قسم
نور مین چاند سے کھلتی ہوئی پیشانی ہے

چڑھ گیا دم ترے چہرے کا نہ اترا نقشہ
شرم سے چہرہ چھپائے ہوئے خود مانی ہے

خاک مین مل گئے ہم دل جو ہوا گم نہ ملا
خاک ہمنے ترے کوچے کی عبث چھانی ہے

تیر سی دل پہ لگی بات جو منہ سے نکلی
لب ظالم کا جو ہے لعل وہ پیکانی ہے

یار نے چین بجبین ہو کے دکھایا دیدار
شربت قند مین کیا سرکہ پیشانی ہے

میری پھوٹی ہوئی قسمت سے ٹپکتا ہی یہی
مے جو ساقی نے مجھے دی ہے نرا پانی ہے

خواب مین وصل کا وعدہ تو کیا ہے لیکن
اسکی فرقت مین مجھے نیند کہان آنی ہے

کوئی صورت نہین جو کھینچ سکے اسکی تصویر
رخ ملائے گا یہ صورت تری ای مانی ہے

مر گیا مین عرق شرم مین بھیگی ہی دوا
چارہ گر غرق عرق ہی یہ پشیمانی ہے

چند منزل اُسے نگر سے بھگایا سو بار
چاند کے آگے دو چند آپکی پیشانی ہے

مثل آئینہ ترا عکس نہ اترا اس سے
سرنگون شرم سے مانند قلم مانی ہے

انکے بکھرے ہوئے بالون کا تصور جو بندھا
دل بکھرنے لگا اسقدر جو پریشانی ہے

فارسی ہوتی جو کھلتے مرے جوہر ممتاز
کہ مری تیغ زبان اہل صفاہانی ہے

نتیجۂ جناب مولوی امجد علی صاحب لکھنوی مقیم حیدرآباد

دل مین یہ قلزم اندوہ کی طغیانی ہے
کشتی عمر بھی اس بحر مین طوفانی ہے

خوف کیا کوچۂ قاتل مین جو قربانی ہے
موت ٹلنے کی نہین آخر کار آنی ہے

کس زمین پر کوئی سفاک ترا ثانی ہے
اے فلک ساری جفاؤن کا تو ہی بانی ہے

سبزہ رنگون کی جدائی سہین آخر کبتک
زہر کھالینگے کسی روز یہی ٹھانی ہے

سنکے کہتا ہے وہ کہتا ہون جو حال شب ہجر
مختصر کیجیے یہ قصۂ طولانی ہے

کہیے کو جا دن میسر ہو جو وصل اُس بُت کا
منت اللہ سے اب ہمنے تو یہ مانی ہے

کیا ڈراتا ہے مجھے کھینچ کے خنجر قاتل
آ بھی جائے جو بلا سر پہ کہ آنی ہے

ہے عبث وعدہ شب وصل سُنینگے تیری
آپنے بات مری کہیے تو کب مانی ہے

اک زمانہ ہی مسخر ترا اے رشک پری
خاتم دست ہی یا مہر سلیمانی ہے

خود گلا کاٹ کے مرجائینگے کیون فرقت مین
آخر اک روز تو یہ جان یونہین جانی ہے

دیکھکر مثل کتان دل نہو ٹکڑے کیونکر
کیا چمکتی ہوی وہ چاند سی پیشانی ہے

عشق صادق کا اثر دیکھو تو کیا لطف ہی واہ
زلفین وان بکھری ہین یان دلکو پریشانی ہے

سبزہ رنگی ہی بلا تھی یہ ستم اور کیا
آج اُس شوخ کی پوشاک بھی دھانی ہے

زلف کے عشق مین ہی روز بلا سے مڈبھیر
رات دن گھیرے ہوے دلکو پریشانی ہے

چٹکیون مین جو اُڑاتا ہی مری الفت کو
اے پری یہ بھی کوئی شیوۂ انسانی ہے

کام آسان بھی میرے لیے سب مشکل ہین
ایک وہ ہین جنھین مشکل مین بھی آسانی ہے

اسکے انجام مین سو مشکلین پڑتی ہین نعیم
گرچہ آغاز محبت مین کچھ آسانی ہے

وفا جناب حکیم عبد الہادی خانصاحب رامپوری تلمیذ امیر مینائی مرحوم

دلمین افسردگی دلکی یہ طغیانی ہے
مجکو امید کرم سے بھی پشیمانی ہے

مژدہ اے شوق کہ پھر جلوہ کی ارزانی ہے
ذرہ تا مہر زیارت گہ حیرانی ہے

پاون پھیلای ہین جسنے وہ گرانجانی ہے
مین ہون اور کشمکش ناز تن آسانی ہے

آؤ دیکھیں نیرنگ تباہی دیکھو
دل غارت زدہ ہمہ کشش حیرانی ہے

عالم اک قطرۂ خون جسکو ٹپکنا دشوار
رگ ہستی بھی رگ دیدۂ قربانی ہے

خلوتِ قید مین بھی حسن ہی ہنگامہ طلب — مین ہون صیاد ہی اندازِ نگہبانی ہے
جس سے دل جلتے ہین وہ آگکی دلداری ہے — جس سے گھر لٹتے ہین وہ آپکی مہمانی ہے
بھولکر کیا کہین پردے سے نکل آۓ ہو — میرے چہرے سے عیان کیون غمِ پنہانی ہے
دو جہان کو نگہِ عجز سے تولا مینے — میری نظرون مین ہی جو بے سر و سامانی ہے
بے سٹائے کوئی مٹ جاۓ تو شکوہ کیا ہی — التفاتِ ستمِ ناز کو آسانی ہے
کس نزاکت سے کھلے ہین گلِ زخمِ جاوید — صبحِ فردوس تری تیغ کی عریانی ہے
جلوہ مہرِ قیامت کے نتیجے معلوم — دستِ اندیشہ مین آئینہ حیرانی ہے
تنگیِ دہر سے باہر ہے فراغت میری — مین ہون اور وسعتِ آغوشِ پریشانی ہے
ہان ٹپکتا ہے انہین بانو نسے رنگِ ہستی — بیٹھکر پردہ مین پردے سے گل افشانی ہے
روحِ نظارہ جسے کہتے ہین کہنے والے — حسنِ بے پردہ مین وہ جلوہ پنہانی ہے
نالے کیا ہین لبِ افسوس کے ہنگامے مین — اب اسی پردہ مین آہنگ غزلخوانی ہے
ای وفا تشنگیِ شوق کا رونا کیون ہے — زہرہ تا دیدہ و دل تا بجگر پانی ہے

مصرعہاے طرح

۲۰ جمادی الاول تک	(ابتک ہمارے دلکو وہ تڑپاۓ جاتے ہین)	تڑپاۓ قافیہ
۲۰ جمادی الثانی تک	(نقشہ پھرتا ہے وہ نظر مین)	جگر قافیہ
۲۰ رجب تک	(چاکِ دل صورتِ ہلال ہوا)	ہلال قافیہ

اعلانِ مشاعرہ

حسب معمول ۱۴ رجب سنہ حال کو مشاعرہ بہ تقریب عرس مزار شریف پر حضرت
فیض رحمتہ اللہ علیہ کے دبیر دن لال دروازہ حیدرآباد دکن۔ دن کے گیارہ بجے سے
شروع ہوتا ہی جو حضرات مشاعرہ مین تشریف نہ لاسکین اپنا کلام مع نام و نشان
بخط واضح محمد فیاض الدین خان صاحب المخاطب نواب **مشرف جنگ بہادر**
مددگار معتمد صرف خاص و پیشی کے پاس روانہ فرمائین تا شریک گلدستہ ہو۔

مصرعہاے طرح

فارسی دل از فیض جناب فیض شادا ست قافیہ یاد

اردو بیساختہ اِک آہ نکلتی ہے جگر سے ۔ سر

المشتہر مہتمم مشاعرہ

ضوابطِ محبوب الکلام

دفعہ ۱۔ یہ گلدستہ ہر ماہِ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم گلدستہ کو عطا فرمائے ہین۔ اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔ عام قیمت سالانہ پیشگی مع محصول دو روپیہ (عـ۲) عمائد و عہدہ دارانِ عالی مرتبہ سے پانچ روپیہ (صـ۵) امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین۔

دفعہ ۲۔ کلام کا انتخاب کمیٹی کے متعلق ہے۔ انتخاب مین شعر و شاعر دونون کے رتبہ پر نظر ہوگی۔ یعنے اساتذہ کے جیسے شعر چھوڑے جائین گے بتدیون کے شعر ویسے شعر لے لیے جائین گے۔ کسی صاحب کو انتخاب پر اعتراض کا حق نہوگا۔

دفعہ ۳۔ طرح کے علاوہ کلام بشرطِ پسند و گنجایش طبع ہوگا۔

دفعہ ۴۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعہ تحریر طے ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۵۔ خط و کتابت اِس پتے سے ہونی چاہیے۔

محبوب پریس علاقہ بیکاری بنام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی